درسِ حدیث

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی

حدیث شریف سن کر بعض کلمات کہنے کی ممانعت

مولانا عبداللطیف مدنی (استاذ الحدیث جامعہ عربیہ چنیوٹ)

حدیث:

حضرت ابورافع مرفوعاً نقل کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم لوگوں میں سے کسی شخص کو اس حالت میں نہ پاؤں کہ وہ اپنے تخت پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو اور اس کے پاس کوئی ایسی بات آئے جس کا میں نے حکم دیا یا جس سے میں نے منع کیا تو وہ کہے میں نہیں جانتا ہم تو جو چیز قرآن میں پائیں گے اس کی پیروی کریں گے۔

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جان لو کہ عنقریب ایسا وقت آنے والا ہے کہ کسی شخص کو میری کوئی حدیث پہنچے گی اور وہ تکیہ لگائے ہوئے اپنی مسند پر بیٹھا ہوا کہے گا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب (کافی) ہے۔ پس ہم جو کچھ اس میں حلال پائیں گے اسے حلال سمجھیں گے اور جو حرام پائیں گے اسے حرام سمجھیں گے۔ حالانکہ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حرام بتلائی ہوئی چیزیں بھی ویسی ہیں جیسی اللہ کی حرام بتلائی ہوئی۔

تشریح:

مذکورہ دونوں احادیث کا مضمون تقریباً ایک جیسا ہے۔ تخت پر تکیہ لگائے ہوئے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص غرور وتکبر کے طور پر بے فکر ہو کر بیٹھا نہ رہے اور نہ طلبِ علم اور تحصیلِ حدیث میں کوتاہی کرے اور پھر نادانی اور جہالت سے میرے کسی ایسے حکم کے بارے میں جو قرآن کریم میں صراحتاً موجود نہ ہو، یہ نہ کہنے لگے کہ قرآن کے علاوہ میں اور کچھ نہیں جانتا اور نہ اس کے سوا کسی دوسری چیز کی اتباع کرتا ہوں۔ اس مبارک حدیث میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیش گوئی کا ذکر ہے جس میں مختصر اور جامع کلمات میں منکرین حدیث کے ظہور کی خبر دی ہے اور ان کا حال بھی بتایا ہے کہ یہ لوگ تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے تکبر کے انداز میں حدیث کا انکار کریں گے اور سنن ابی داؤد (ج دوم) میں ''علی اریکتہ'' کے ساتھ لفظ ''شبعان'' بھی آیا ہے یعنی پیٹ بھرا آدمی تکیہ لگائے بیٹھا ہوگا اور حدیث کا انکار کرے گا۔ صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم پر ہزاروں جانیں فدا ہوں جنھوں نے انکارِ حدیث کا سبب بھی ساتھ ہی ساتھ بتادیا اور وہ شکم سیری، ہوا پرستی، غرور وتکبر اور گندم خوری ہے۔ یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ جو لوگ حدیث کے منکر ہیں وہی لوگ ہیں جو پیٹ بھرے، مغرور ومتکبر اور آرام دہ کرسیوں پر بیٹھ کر احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑاتے ہیں۔ منکرین حدیث نے جو لفظ ''اہل قرآن'' کا خوشنما لیبل لگا رکھا ہے، اس کا ذکر بھی پیش گوئی میں موجود ہے۔ ''فیقول بیننا وبینکم کتاب

اللّٰہ تعالیٰ ''یعنی جب اس کے سامنے حدیث پیش کی جائے گی تو وہ کہے گا'' ہمارے تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے'' جس کا مطلب یہ ہے کہ اتباعِ قرآن اور خدمتِ قرآن کا نعرہ لگا کر حدیث کا انکار کریں گے۔ گویا حدیث کا انکار کرنے والوں نے قرآن کے نام کو انکارِ حدیث کے لیے آڑ بنا رکھا ہے۔

قابلِ غور بات یہ ہے کہ کتبِ حدیث میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بکثرت پیش گوئیاں مروی ہیں جو اپنے اپنے موقع پر صادق ہوتی رہی ہیں اور ان میں سے بہت سی وہ ہیں جواب ہو بہو سچ ثابت ہو رہی ہیں اور یہ انکارِ حدیث کی پیش گوئی بھی اسی قبیل سے ہے۔ اگر یہ احادیث مولویوں نے گھڑی ہیں (العیاذ باللہ) جیسے منکرین حدیث کہتے ہیں تو یہ پیش گوئیاں کیوں صحیح ثابت ہو رہی ہیں۔ ان پیش گوئیوں کا صحیح ثابت ہونا ہی احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے محفوظ ہونے کی دلیل ہے جو دشمنانِ اسلام کے شکوک وشبہات کو ختم کرنے کے لیے کافی اور وافی ہے۔ یاد رہے کہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسلامی آئین وقانون کا دوسرا بڑا ماخذ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول وعمل (کہ آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا یا آپ نے فلاں عمل کر کے دکھایا یا آپ کے سامنے جو کام کیا گیا اس کی قولاً یا سکوتاً تصویب فرمائی) گفتار و کردار، نشست وبرخاست، غرض یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے صادر ہونے والی ہر چیز سراپا نور وہدایت ہے۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو امت کے لیے بہترین مثالی نمونہ قرار دیا گیا۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا (الاحزاب:۲۱)

''تم لوگوں کے لیے یعنی ایسے شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ سے اور روزِ آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکرِ الٰہی کرتا ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا۔''

نیز قرآن کریم میں یہ اعلان کر دیا گیا کہ جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو عین اطاعتِ خداوندی نہیں سمجھتے وہ اپنی بدفہمی کی وجہ سے کفر کا ارتکاب کرنے والے ہیں۔ ارشادِ الٰہی ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَ مَنْ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا (النساء:۸۰)

''جس شخص نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے روگردانی کرے (سو آپ کچھ غم نہ کیجیے) کیونکہ ہم نے آپ کو نگران کر کے نہیں بھیجا کہ آپ ان کو کفر نہ کرنے دیں (ترجمہ حضرت اشرف علی تھانویؒ)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے پہلو تہی کرنے والوں کو صاف صاف منافق اور ایمان سے عاری قرار دیا گیا۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا (النساء:٦١)

”اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس حکم کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تو آپ منافقین کی یہ حالت دیکھیں گے کہ آپ سے پہلو تہی کرتے ہیں۔“

نیز اللہ رب العزت نے صاف صاف یہ اعلان بھی کر دیا کہ انبیاء علیہم السلام کو صرف اس لیے بھیجا جاتا ہے کہ ان کی اطاعت کی جائے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے سرتابی کرنا گویا انکارِ رسالت کے ہم معنی ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکرین انکارِ رسالت کے مرتکب ہیں۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ (النساء:٦٤)

”ہم نے تمام پیغمبروں کو خاص اس واسطے مبعوث فرمایا ہے کہ بحکم خداوندی ان کی اطاعت کی جائے۔“

قرآن کریم کی وہ آیات جن میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اہل ایمان کے لیے لازم قرار دیا گیا ہے، بے شمار ہیں۔ ان میں سے مشتے نمونہ از خروارے آپ کے سامنے ہیں۔ قرآن کریم کے ان واضح اعلانات کی روشنی میں یہ فیصلہ بالکل آسان ہے کہ اسلام میں رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا مرتبہ کیا ہے؟

جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کی اطاعت وپیروی کا حکم خود قرآن ہی میں موجود ہے اور جب قرآن کریم ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو عین اطاعتِ خداوندی قرار دیتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کو جب قرآن ہی وحی الٰہی بتلاتا ہے۔

وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰى ۝ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡىٌ يُّوۡحٰى (النجم:٣،٤)

اور جب قرآن ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلماتِ طیبات کو گفتہ او گفتہ اللہ بود کا مرتبہ عطا کرتا ہے تو کیا حدیث نبوی کے دلیل وحجت ہونے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش رہ جاتی ہے؟ اور بتایا جائے کیا حدیثِ نبوی کا انکار کرنے سے خود قرآن کا انکار لازم نہیں آتا؟ اور اس پر بھی ذرا غور کیا جائے کہ قرآن کریم بھی تو امت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا اور سن کر اس پر ایمان لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ”یہ قرآن ہے، یہ ارشاد بھی تو حدیثِ نبوی ہے۔ اگر حدیث رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) حجت نہیں تو قرآن کریم کا قرآن ہونا کس طرح ثابت ہوگا۔ آخر یہ کونسی عقل ودانش کی بات ہے کہ اس معصوم ومقدس زبان سے صادر ہونے والی ایک بات کو تسلیم کرنا تو واجب اور ضروری ہو اور دوسری نہ ہو؟

شہنشاہِ خطابت، مجلس احرار اسلام کے روح رواں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک موقع پر فرمایا تھا:

”یہ تو میرے میاں صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور یہ میرا کلام ہے۔ ورنہ ہم نے تو دونوں کو ایک ہی زبان سے صادر ہوتے ہوئے سنا تھا۔“

پوری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ کی حدیث جن لوگوں نے خود آپ کی مبارک زبان فیض ترجمان سے سنی وہ سننے والوں کے حق میں اسی طرح قطعی تھی جس طرح قرآن کریم قطعی ہے۔ آپ کی زبان مبارک سے جو حکم بھی صادر

ہوا۔ بالمشافہ سننے والوں کے لیے اس کا درجہ وحی خداوندی کا ہے۔ اگر آپ نے اس کو قرآن کریم میں لکھنے کا حکم دیا تو وحی جلی کہلائے گا ورنہ وحی خفی۔

وحی خفی کے لفظ اور معنی دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ تھے۔ وحی خفی کا مضمون منجانب اللہ ہوتا تھا اور الفاظ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے تھے۔ بہرحال وحی کی یہ دونوں قسمیں چونکہ منجانب اللہ ہی ہیں۔ اس لیے دونوں پر ایمان لانا اور دونوں کا قبول کرنا اہل ایمان پر لازم اور ضروری ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ قرآن تو حجت ہے مگر حدیث حجت نہیں...... ان عقل کے دشمنوں کو کون بتائے اور کیسے بتائے کہ جس طرح ایمان کے معاملہ میں خدا اور رسول کے درمیان فرق نہیں ہوسکتا کہ ایک کو مانا جائے اور دوسرے کو نہ مانا جائے...... ٹھیک اسی طرح کلام اللہ اور کلام رسول کے درمیان بھی اس فرق یا تفریق کو گنجائش نہیں کہ ایک کو واجب الاطاعت مانا جائے اور دوسرے کو نہ مانا جائے۔ ایک کو تسلیم کر لیجیے تو دوسرے کو بہرصورت تسلیم کرنا ہوگا اور ان میں سے ایک کا انکار کر دینے سے دوسرے کا انکار آپ سے آپ ہو جائے گا۔ خدائی غیرت گوارا نہیں کرتی کہ اس کے کلام کو تسلیم کرنے کا دعویٰ کیا جائے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو ٹھکرایا جائے...... وہ ایسے ظالموں کے خلاف صاف اعلان کرتا ہے۔

وَ لٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ (الانعام:۳۳)

''پس اے نبی یہ لوگ آپ کے کلام کو نہیں ٹھکراتے بلکہ یہ ظالم اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے منکر ہیں۔''

لہٰذا جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے کلام اللہ کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ انھیں لامحالہ رسول اور کلام رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لانا ہوگا۔ ورنہ ان کا دعویٰ ایمان حرفِ باطل محض دھوکہ اور فریب ہے۔

حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دلیل و حجت ہونا دین کا ایسا واضح مسئلہ ہے۔ جس میں طلب دلیل کی ضرورت نہیں جس کو ذرا بھی عقل و تمیز ہو۔ وہ جانتا ہے کہ جس کی نبوت ثابت ہو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ بتلائے گا اس میں وہ قطعاً سچا ہوگا اور اس کے فرمان کی اتباع و پیروی واجب اور ضروری ہوگی۔ چنانچہ قرآن کریم حکم دیتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو کچھ دیا جائے۔ اس کو بلا چون و چرا قبول کرلو اور آپ کے منع کردہ امور سے باز رہو۔ اگر انھوں نے ایسا نہ کیا تو ان کے حق میں شدید عذاب کا اندیشہ ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (الحشر:۷)

''اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کچھ بھی تمہیں دیں اس کو لے لو اور جس چیز سے روک دیں اس سے رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والے ہیں۔''